بغداد کا مسافر

تحریر:

محمد نجم مصطفائی

ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت اولیائے کرام کے حق میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ پروردگارِ عالم نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے ان مقدس ہستیوں کو ایسی مخصوص قوتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت غیبی باتوں کا انہیں علم ہو جاتا ہے، دلوں کے خطرات اور چھپے ہوئے حالات بھی ان پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کائنات میں تصرف کا اختیار بھی انہیں عطا کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ان خداداد اِختیارات سے وہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں اور انہیں ایسی قوتِ سماعت بخشی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ دُور ونزدیک کی پکار بھی سن لیتے ہیں، فریاد کرنے والوں کی مدد کو پہنچتے ہیں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی بھی کرتے ہیں۔

جبکہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے ایک گروہ کا دعویٰ اس کے بالکل برعکس ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے لہٰذا کسی مخلوق کیلئے خواہ انبیاءِ کرام ہوں یا اولیاءِ کرام، ان کیلئے علم غیب ثابت کرنا صریح شرک ہے اسی طرح کسی مخلوق کو کائنات میں تصرف کرنے والا جاننا یا اسے دُور سے مدد کیلئے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ ان کو میری پکار کی خبر ہو گئی، کھلا ہوا کفر اور واضح شرک اور پکارنے والے کا یہ شرک ابوجہل اور ابولہب کی طرح ہے۔

میں اپنی اس کتاب کا ثواب ان مسلمانوں کو صبح قیامت کیلئے وقف کرتا ہوں جو اُمت کے درمیان پائے جانے والے اس اختلاف کو جاننا چاہتے ہیں۔ جو اس حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں کہ اولیائے کرام کائنات میں تصرف فرماتے ہیں یا نہیں؟ دل کے خطرات اور چھپے ہوئے اِرادوں کی انہیں خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ انہیں مدد کیلئے پکارنا شرک ہے یا نہیں؟

فقط آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر ہم تاریخ کے آئینوں میں جھانک کر دیکھیں تو مذہب اسلام کے ماننے والوں میں ہمیں ایسے بے شمار درخشاں ستارے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے جنہوں نے اپنی ساری زندگی احکامِ شریعت کے مطابق بسر کی۔ تقویٰ پرہیزگاری عبادت وریاضت جن کی زندگی میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جن کے دل ہر وقت خوفِ الٰہی سے لرزہ براندام رہتے، جن کی جوانیاں حکمِ الٰہی کی تابع اور سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نمونہ ہوا کرتیں، جن کے دل جذبۂ شہادت سے سرشار ہوا کرتے۔ ایسے ہی نیک اور پرہیزگار لوگوں میں ایک ابوصالح موسیٰ جنگی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بھی تھے۔ عالمِ شباب ہی میں زہدوتقویٰ عبادت وریاضت کا یہ عالم ہوا کرتا کہ دِن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ تقریباً ایک ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ دریائے دجلہ کے کنارے ابوصالح موسیٰ جنگی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) روزے کی حالت میں چلے جا رہے تھے۔ کھانا کھائے ہوئے تین دِن گزر چکے تھے۔ کھانے کی کوئی ایسی شے موجود نہ تھی کہ جس سے روزہ اِفطار کرکے بھوک کی شدت کو دُور کیا جاسکے۔ عین افطار کے وقت ایک سیب پانی میں بہتا ہوا چلا آرہا تھا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس سیب کو پکڑ لیا اور اس سے روزہ اِفطار کیا۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد اچانک خیال آیا کہ سیب مالک کی اجازت کے بغیر کھالیا غضب ہوگیا۔

روزِ محشر اگر مالک نے سیب طلب کیا تو کہاں سے دونگا۔ یہ سوچ کر بے قرار ہوگئے فوراً فیصلہ کیا کیوں نہ اسکے مالک کو تلاش کرکے معافی طلب کرلی جائے۔ چنانچہ وہ دریا کی مخالف سمت میں چل دیئے اور کئی دِنوں کی مسافت کے بعد وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دریا کسی باغ میں سے گزر رہا تھا اور دریا کے کنارے سیب کے بڑے بڑے درخت لگے ہوئے تھے جن پر بے شمار سیب لٹک رہے تھے۔ آپ کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ سیب انہیں درختوں میں سے کسی ایک درخت سے دریا میں گرا ہے۔

لہٰذا آپ باغ کے مالک کے پاس معافی طلب کرنے کی غرض سے باغ میں داخل ہوئے۔ یہ باغ حضرت عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا تھا۔ جو صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ وہ نوجوان حضرت عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس معافی مانگنے پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے حضور! میں نے آپ کے باغ کا سیب جو کہ دریا میں بہتا چلا جارہا تھا، آپ کی اجازت کے بغیر کھالیا ہے۔ میں اپنی غلطی پر بہت شرمسار ہوں۔ برائے کرم میری اس غلطی کو معاف فرمادیں تاکہ بروزِ قیامت بارگاہِ خداوندی میں میری گرفت نہ ہو۔

حضرت عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) صاحبِ نظر اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ نوجوان کوئی غیر معمولی ہستی کا مالک ہے۔ کیوں نہ اسے اپنے پاس رکھ کر قربِ الٰہی کی منازل طے کرائی جائیں اور انہیں کسی طرح جانے نہ دیا جائے۔ فرمایا اے نوجوان! تو نے میری اجازت کے بغیر سیب کھا کر یقیناً غلطی کی ہے۔ اگر تو معافی چاہتا ہے تو دو سال تک میرے باغ کی رکھوالی کرنی ہوگی۔ پھر کہیں سوچوں گا کہ تیری اس غلطی کو معاف کیا جائے یا کہ نہیں۔ چنانچہ اس نوجوان نے یہ شرط منظور کر لی اور مسلسل دو سال تک حضرت صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے باغ کی نگہبانی کرتا رہا۔ جب دو سال بیت گئے تو پھر حاضر خدمت ہوئے، عرض کی حضور! دو سال بیت چکے ہیں خدارا میری اس غلطی کو معاف فرمایئے۔ آپ نے فرمایا ابھی دو سال اور اس باغ کو سیراب کرو۔ اس کے بعد سوچوں گا کہ تمہاری غلطی معاف کی جائے یا کہ نہیں۔ وہ نوجوان کام میں پھر مشغول ہو گیا۔

انتہائی محنت اور دیانتداری سے باغ کو پانی دیا کرتے۔ دن بھر روزہ رکھتے اور رات کا کثیر حصہ عبادت میں بسر کرتے۔

روایت میں آتا ہے کہ محمد ابو صالح جنگی نے بارہ سال تک اس باغ کی رکھوالی کی۔ آخر کار حضرت عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے آخری شرط یہ رکھی......اے نوجوان! بے شک تم آزمائش کی کسوٹی پر پورے اُترے ہو مگر ابھی ایک کام اور باقی ہے، وہ یہ ہے کہ میری بیٹی سے شادی کرنا ہوگی جو کہ بہت عیب دار ہے۔ آنکھوں سے اندھی ہے کانوں سے بہری ہے پاؤں سے لنگڑی ہے اور زبان سے گونگی ہے۔ کیا تمہیں میری یہ آخری شرط منظور ہے۔ نوجوان محمد ابو صالح عرض کرنے لگے، حضور! اگر آپ کی مرضی اسی میں ہے تو بھلا میں کیا اعتراض کر سکتا ہوں مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی بیٹی کا نکاح اس نوجوان سے کر دیا۔ جب وہ نوجوان پہلی رات اپنی رفیقہ حیات کے پاس گیا اور انہوں نے اپنی بیوی پر نظر ڈالی تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جیسے وہ کوئی پرستان کی پری ہے۔ حسن و جمال کا ایسا پیکر ہے کہ جسے دیکھ کر جنت کی حوریں بھی فخر کریں۔ گویا چودھویں کا چمکتا ہوا ایک چاند ہے جس میں کسی قسم کا ظاہری عیب نہیں۔ انتہائی حسین آنکھیں، انتہائی دلکش آواز۔ آپ فوراً حضرت صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے، حضور! آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ کی بیٹی کافی عیب دار ہے۔ لیکن میں نے دیکھا وہ تو آنکھیں بھی رکھتی ہے، زبان سے بولتی بھی ہے، کانوں سے سنتی بھی ہے اور پاؤں سے چلتی بھی ہے...... آخر ایسا کیوں!

آپ نے فرمایا، ابوصالح! میں نے اپنی بیٹی میں جو عیب بتائے تھے وہ بالکل دُرست ہیں۔ میری بیٹی آنکھوں سے اندھی اسلئے ہے کہ آج تک اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی غیر مرد کو نہیں دیکھا، کانوں سے بہری اس لئے ہے کہ اس نے قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی دوسرا غیر ضروری جملہ نہیں سنا۔ زبان سے گونگی اس لئے ہے کہ آج تک کوئی غیر شرعی بات نہیں کی اور پاؤں سے لنگڑی اس لئے ہے کہ آج تک اپنے باپ کی دہلیز چھوڑ کر باہر نہیں نکلی...... یہی وجہ ہے کہ میری بیٹی آنکھوں سے اندھی، پاؤں سے لنگڑی، زبان سے گونگی اور کانوں سے بہری ہے۔

اللہ اکبر! کیا شان تھی ہمارے اسلاف کی۔ زہد وتقویٰ پرہیزگاری وعبادات میں جہاں حضرت صالح موسیٰ جنگی دوست یکتائے زمانہ تھے اسی طرح آپ کی رفیقہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ صومعی بھی علم وعمل، شرم وحیاء کی پیکر تھیں۔

مگر آہ! آج یہ باتیں مسلمان عورتوں میں کہاں؟ فیشن پرستی کی یلغار نے تو آج کی مسلمان عورتوں کو بے پردہ کر کے رکھ دیا۔ غیر مردوں سے میل جول رکھنا گویا عورتوں کا معمول بن گیا۔ شرم وحیاء ادب ولحاظ آج ان میں ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ انگریزوں اور یہود وہنود کی اندھی تقلید نے مسلمان عورتوں کی آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دیا۔

وہ معزز تھیں زمانے میں مسلماں ہوکر　　　ہوگئیں خوار اب تارکِ قرآن ہوکر

۴۷۰ ہجری کی بات ہے...... اسی نیک سیرت فاطمہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا، اتفاق کی بات ہے کہ رَمضانُ المبارک کا مہینہ شروع ہوگیا ماں نے محسوس کیا کہ ان کا بیٹا سحری کے بعد افطار تک دودھ نہیں پیتا۔ انہوں نے یہ بات اپنے شوہر کو بتادی۔ شوہر سے دوسروں تک یہ بات پہنچ گئی اور اس طرح یہ بات پوری بستی میں مشہور ہوگئی کہ دِن کو بچہ روزہ رکھتا ہے۔ چنانچہ لوگ بچے کی زیارت کرنے آنے لگے۔

۲۹ ویں رَمضان کو لوگ عید کا چاند دیکھنے کیلئے بے چین تھے مگر سارے آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ انہیں یہ تشویش ہونے لگی کہ عید کا چاند ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ کیسے لگایا جائے۔ اسی فکر میں بڑے بڑے علمائے کرام سر جوڑ کر بیٹھ گئے تاکہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکے۔ اچانک کسی نے کہا، اے لوگو! ہمارے لئے ایک ذَریعہ ایسا موجود ہے جس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ عید کا چاند نظر آیا ہے یا نہیں۔ آپ لوگ ہرگز پریشان نہ ہوں۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کون سا ذریعہ ہے کیا ابر آلود فضا میں چاند دیکھا جاسکتا ہے؟ مشورہ دینے والے نے جواب دیا، آپ لوگ سحری کے وقت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر تشریف لے جائیں اور ان سے یہ معلوم کریں کہ ان کا نومولود بچہ دودھ پی رہا ہے یا نہیں؟ اگر دودھ نہیں پی رہا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ نومولود بچہ روزے سے ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آیا۔ لیکن اگر وہ دودھ پی رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بچے کا روزہ نہیں ہے اور عید کا چاند نظر آگیا ہے۔

بات لوگوں کو سمجھ میں آگئی کہ یہ پیچیدہ مسئلہ اسی طرح حل ہوگا۔ انہوں نے جیسے تیسے کر کے رات گزاری اور سحری کے بعد نمازِ فجر کی ادائیگی سے قبل ابوصالح کے گھر پہنچ گئے اور حضرت ابوصالح سے دریافت کیا کہ آپ کا نومولود شیر خوار بچہ دودھ پی رہا ہے یا نہیں۔ ابوصالح نے اس کا سبب پوچھا تو لوگ بولے ابوصالح آپ کا بیٹا مادرزاد ولی ہے۔ اگر وہ دودھ نہیں پی رہا ہوگا تو وہ روزے سے ہے اور اگر پی رہا ہوگا تو آج ان کا روزہ نہیں لہٰذا آج عید ہوگی۔

ابوصالح (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اندر گئے اور اپنی بیوی حضرت فاطمہ سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ بچہ دودھ نہیں پی رہا ہے۔ ابوصالح نے باہر آکر اعلان کر دیا کہ اُنتیس کا چاند نہیں ہوا کیونکہ بچہ دودھ نہیں پی رہا ہے۔ اسی وقت جیلان نامی قصبے میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ آج عید نہیں ہے۔ چنانچہ روزہ نہ توڑا جائے، عید کل منائی جائے گی۔ اعلان سنتے ہی تمام اہل جیلان نے روزہ کی نیت کر لی۔

ابھی اس بچے نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ اسے ایک صدمے سے دوچار ہونا پڑا، اس بچے کے والد ماجد شیخ ابوصالح جنگی دوست (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اچانک اس عالم دنیا سے عالم جاوداں کی طرف روانہ ہوگئے۔ والد کے انتقال کے بعد اس بچے کی پرورش ان کے نانا عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور والدہ حضرت فاطمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے کی۔

وہ بچہ جب چند برس کا ہوا تو ان کی والدہ نے ان کو مدرسہ میں دینی تعلیم کی غرض سے داخل کر دیا۔ مدرسہ میں داخل ہونے کے پہلے ہی دن جب بچہ مدرسہ میں پہنچا تو ایک غیبی آواز آئی، لوگو! اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ ایک مرتبہ وہ بچہ مدرسہ جا رہا تھا کہ اس نے اپنے اِردگرد چند نورانی پیکروں کو ساتھ چلتے دیکھا۔ یہ سب کے سب خاموش تھے لیکن جیسے ہی وہ مدرسہ میں داخل ہوا نورانی پیکروں کی زبانیں کھل گئیں اور جوش وخروش سے پکار کر کہنے لگے اے لوگو ہٹو ہٹو اللہ کے دوست کو جگہ دو۔

جب کچھ بڑے ہوئے تو علم دین سیکھنے کا جذبہ پروان چڑھتا گیا ایک دن اپنی والدہ سے کہنے لگے، امی جان! طلبِ علم کا جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آپ سے جدا ہو جاؤں۔ لہٰذا آپ مجھے خدا کی راہ میں وَقف کر دیں اور بغداد جانے کی اجازت دے دیں ماں نے حیرت سے پوچھا، اے میرے بیٹے! بغداد جا کر کیا کرو گے؟ جواب دیا، وہاں علمِ دین حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے وہ اپنے لاڈلے لختِ جگر کو ایک لمحے کیلئے اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اس جدائی کو برداشت کرنے کیلئے آمادہ ہو گئیں۔

آپ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں، اگر علمِ دین حاصل کرنے کا تجھے اتنا ہی شوق ہے تو میری طرف سے تجھے اجازت ہے اور میں تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَقف کرتی ہوں۔ بیٹا جہاں کہیں بھی رہو سچائی کا دامن تھامے رکھنا اور کبھی جھوٹ مت بولنا۔ بیٹا میں تمہارے اس سفر سے خوش ہوں۔ دِل لگا کر علمِ دین حاصل کرنا۔ پھر ماں نے چالیس دینار ایک گدڑی میں سی دیئے۔ بیٹے نے پوچھا، ماں تم یہ دینار گدڑی میں کیوں سی رہی ہو؟ ماں نے جواب دیا بیٹا بغداد کا راستہ بہت خطرناک ہے۔ جگہ جگہ صحرائی ڈاکو مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں اس طرح تیرے یہ دینار محفوظ رہیں گے۔ آخر وہ وَقت بھی آ گیا کہ اس نیک سعادت مند بیٹے نے سامانِ سفر اُٹھایا۔ بغداد جانے والا قافلہ بالکل تیار کھڑا تھا۔ ماں گم سم کھڑی اپنے شہزادے کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک ایسا طویل سفر تھا جو ماں کو صدموں سے نڈھال کیے ہوئے تھا۔ ماں کا دِل چور چور ہو رہا تھا مگر سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے قربان کر دیا تھا۔

بیٹا ماں کی قدم بوسی کیلئے آخری بار قریب آتا ہے تا کہ ماں کی دعاؤں کو اپنے سفر میں شامل کر لیا جائے۔ بیٹا ماں سے پوچھتا ہے ماں کوئی حکم کوئی نصیحت ہو تو فرما دیجئے تا کہ اس کی بجا آوری کر سکوں۔ ماں نے دل کی گہرائیوں سے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا اور روتے ہوئے اپنے بیٹے کو آخری بار پھر نصیحت کی اے میرے لال! کسی حال میں بھی سچائی کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوڑنا، ہر حال میں سچائی کو اپنانا۔ بیٹے نے بھی اشکبار ہوتے ہوئے اپنی ماں سے یہ عہد کیا ماں میں ہر حال میں سچائی کی راہ اختیار کرونگا۔ پھر بیٹے نے باہر کا رُخ کیا ماں اس کو دروازے تک چھوڑنے آئی اور جاتے جاتے ماں کے منہ سے یہ الفاظ نکلے بیٹا میں تمہیں اللہ کیلئے خود سے جدا کرتی ہوں اگر زندگی نے وفا نہ کی تو قیامت ہی کے دِن تم سے ملاقات ہو گی۔ بیٹے نے آخری بار اپنی مقدس ماں کی زیارت کی پھر وہ قافلے کی جانب چل دیا۔

بیٹا ماں کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ قافلہ بغداد کی جانب چل پڑا۔ اٹھارہ سالہ یہ نوعمر نوجوان اپنی ماں کو روتا چھوڑ کر راہِ خدا میں وَقف ہونے کیلئے بغداد جا رہا تھا۔ بغداد کا فاصلہ ان کے وطن سے چار سو میل سے بھی زیادہ تھا۔ کوہستانی سلسلوں، بیابانوں اور صحراؤں سے گزرتا ہوا یہ قافلہ ہمدان سے نکل کر تنگ کے سنسان صحرائی علاقے میں داخل ہو گیا۔ اس علاقے میں ڈاکوؤں کا بڑا زور تھا۔ راستہ کیچڑ آلود تھا تا کہ اس دلدلی علاقے میں قافلے کی سست رفتاری ڈاکوؤں کو حملہ کرنے کا موقع فراہم کر دے۔ یہ ایک مناسب جگہ تھی یہاں دُور تک آنے جانے والوں پر نظر رکھی جا سکتی تھی۔ رات کا پچھلا پہر ہو چکا تھا کہ اچانک مسلح ڈاکوؤں نے شاہینوں کی طرح جھپٹ کر مسافروں پر حملہ کر دیا۔ شور و غل چیخ و پکار بھاگ دوڑ اور ہتھیاروں کی جھنا جھن سے پورا ماحول گونج اٹھا۔

ڈاکو انتہائی چالاک اور تجربہ کار تھے۔ انہوں نے بڑی جلدی سے قافلے کو مغلوب کرلیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان لاشوں سے پٹ گیا اور ڈاکوؤں نے قافلے والوں کے مال و زر پر قبضہ کرنا شروع کردیا۔ وہ نوجوان ایک طرف کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایک ڈاکو ان کے پاس آیا پوچھا، اے لڑکے! تیرے پاس کیا مال ہے؟ اس نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے سچ سچ بتادیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ جو میری ماں نے مجھے دیئے تھے۔ ڈاکو زور زور سے قہقہہ لگانے لگا اور کہنے لگا بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ہم سے بھی مذاق کررہے ہو۔ جاؤ مزے کرو۔ یہ کہہ کر ڈاکو چلا گیا اور اپنے دوسرے ڈاکو ساتھی کو واقعہ سنایا۔

دوسرا ڈاکو یہ سن کر بڑا تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا مجھے بتاؤ وہ لڑکا کہاں ہے؟ پہلا ڈاکو بولا آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں اس سے ملاتا ہوں۔ ڈاکو اپنے ساتھی کو اس نوجوان کے پاس لاتا ہے۔ ساتھی ڈاکو آکر اس سے کہتا ہے، اے لڑکے! کیا تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں۔ لڑکے نے جواب دیا ہاں میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ ڈاکو ساتھی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اتنی آسانی سے اپنی پوشیدہ رقم کی اطلاع کیسے دے سکتا ہے۔ وہ بولا یوں لگتا ہے کہ اس نوجوان کے خوف سے ہوش و حواس گم ہوگئے ہیں ورنہ یہ ایسی بات ہرگز نہ کرتا۔ ڈاکو نوجوان کو اپنے سردار کے پاس لے جاتے ہیں اور سردار سے جاکر کہتے ہیں سردار یہ ایک عجیب و غریب نوجوان ہے آپ اس کی باتیں سنیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔

سردار نے پوچھا، اے نوجوان! تمہارا نام کیا ہے؟ تو اس نے اپنا نام بتایا...... تمہارے پاس رقم کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا، چالیس دینار...... سردار نے کہا، وہ کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا، میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ سردار نے ڈاکوؤں کو حکم دیا ذرا گدڑی پھاڑ کر دیکھو، ڈاکو نے گدڑی کو اُدھیڑ ڈالا اور چالیس دینار سردار کے سامنے رکھ دیئے۔ ڈاکوؤں کے سردار اور اسکے ساتھی یہ ماجرا دیکھ کر سکتے میں آگئے۔ ڈاکوؤں کے سردار جس کا نام احمد بدوی تھا حیران ہوکر کہنے لگا لڑکے تمہیں معلوم ہے ہم ڈاکو ہیں، ہمارا کام مسافروں کو لوٹنا ہے۔ تم نے ان دیناروں کا بھید ہم پر کیوں ظاہر کیا؟ نوجوان نے فرمایا میری پاکباز ماں نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ کیا میں ان چالیس دیناروں کی خاطر اپنی ماں کی نصیحت کو فراموش کردوں؟

نوجوان کے منہ سے یہ جملہ نہیں بلکہ حق و صداقت کے ترکش سے نکلا ہوا ایک تیر تھا جو احمد بدوی کے سینہ میں پیوست ہوگیا۔ اس کے دل و دماغ میں ایک محشر بپا ہوگیا اس نے حیران ہوکر پوچھا اگر تمہاری یہ رقم تم سے چھین لی جائے تو پھر تم کیا کروگے؟ اس نے جواب دیا، دولت آنے جانے والی چیز ہے۔ یہ کبھی کسی کی نہیں ہوتی۔ اس کا مجھے قطعی افسوس نہیں ہوگا میرا توکل اللہ تعالیٰ پر ہے۔ سردار کا دِل پارہ پارہ ہوچکا تھا۔ اسکے دل کا دہانہ کھل گیا ایک چیخ ماری اور نوجوان کے قدموں میں گرگیا اور رو رو کر کہنے لگا اے نوجوان! تم نے تو میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔ تمہیں اپنی ماں سے کیئے گئے وعدے کا اتنا پاس ہے کہ جھوٹ نہیں بولا اور میں ہوں کہ میں نے روزِ اوّل سے اپنے ربّ سے جو عہد کیا اس کو یکسر فراموش کردیا۔

پھر وہ بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر عرض کرنے لگا، اے مالک و مولا! میں عاجز و گنہگار تیری بارگاہ میں کس منہ سے معافی مانگوں آج میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ڈاکہ نہیں ماروں گا۔ میں اپنی پچھلی کوتاہیوں پر نادم ہوں، مجھے معاف فرما۔ پھر سردار نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا، اے میرے ساتھیو! آج سے رہزنی سے توبہ کرتا ہوں تم بھی اس گناہ سے توبہ کر لو تا کہ بروزِ قیامت خدا کے قہر کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس نوجوان نے ہماری تقدیروں کا پاسہ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا سب کا لوٹا ہوا مال واپس کر دو تمام ڈاکوؤں نے اسی وقت توبہ کی اور لوٹا ہوا مال واپس کر دیا اور سب کے سب اس نوجوان کے دست حق پرست پر تائبِ اسلام ہوئے اور وقت کے ولی بن گئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مسلمانو! بلاشبہ یہ نوجوان کی کھلی کرامت تھی کہ برسہا برس کی ڈاکہ زنی کرنے والے رہزن ان کی نگاہِ ولایت سے نیک اور پرہیزگار بن گئے۔ جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون تھا؟ یہ نوجوان وہ ولیٔ کامل تھا کہ جس نے درجۂ ولایت میں وہ مقام و مرتبہ پایا جو کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ جنہوں نے کئی بار حالتِ بیداری اور حالتِ خواب میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار فرمایا۔ جن کے بارے میں خود آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے میرے بیٹے! تجھے مبارک ہو تو نے مجھے دیکھا اور میری نعمتوں سے بہرہ ور ہوا۔ پھر اسے بھی مبارک ہو جس نے تجھے دیکھا یا تیرے دیکھنے والے کو دیکھا یا دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور میں نے تجھے دُنیا اور آخرت میں اپنا وزیر بنایا اور میں نے اپنا قدم تیری گردن پر رکھا اور تیرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوگا۔

یہ وہ نوجوان تھے جنہیں اہل اسلام بڑے پیر، روشن ضمیر، غوث صمدانی، محبوبِ سبحانی، پیر لامکانی، قندیل نورانی، **شیخ عبدالقادر جیلانی** المعروف **غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام اولیاء کے سردار ہیں اور جملہ اولیاءِ کرام کے فضائل و کمالات آپ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے دِلوں میں اولیائے کاملین کی محبت کے چراغ روشن کرتے ہیں اور ان مقدس ہستیوں سے اپنی دِلی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا ذکرِ خیر سن کر مسرور ہوتے ہیں۔

محترم مسلمانو! یہ خیال ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ اولیاء اللہ کی شان بیان کرنا، ان کے فضائل ومناقب کا تذکرہ سننا اور ان کی قدرت و تصرف کا چرچا کرنا سُنّی مسلمانوں ہی کا طریقہ نہیں بلکہ خود خالق کائنات اولیائے کاملین کی شان وعظمت، اختیارات وتصرفات کا ذکر قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ولی کا ذکر اور اس کے تصرفات کا پورا واقعہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے جس سے اولیاء کرام کی عظمت اور ان کے اختیارات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ملک یمن میں ایک مشرکہ ملکہ حکومت کیا کرتی تھی۔ جس کا نام **بلقیس** تھا۔ اس کا یہ ملک حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک بیت المقدس سے دو ماہ کی مسافت پر تھا یہ ملکہ بڑی شان وشوکت سے حکومت کیا کرتی تھی۔ اس ملکہ کی فوجی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس کی فوج میں ایک لاکھ جرنیل تھے۔

ملکہ بلقیس کے محل میں ایک تخت تھا جس پر بیٹھ کر وہ فیصلے کیا کرتی۔ یہ تخت اَسّی گز لمبا، چالیس گز چوڑا اور تیس گز اُونچا تھا۔ اس تخت کے دونوں کناروں پر یاقوت اور زمرد کے موتی جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت کی حفاظت کیلئے بے شمار سپاہیوں کا پہرہ ہوتا اور اسے سات بند کمروں میں بند کر کے رکھ دیا جاتا۔

ایک دِن کی بات ہے کہ وہ ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے کیلئے یمن سے اپنے سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مشیروں کو بلا کر ایک اجلاس بٹھاتے ہیں اور پھر اعلان فرماتے ہیں، جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین (پ۱۹۔رکوع:۱۸)

ترجمہ: تم میں سے کون ہے جو بلقیس کے آنے سے پہلے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے۔

غور فرمایئے! کہاں بیت المقدس اور کہاں شہر یمن جو دو ماہ کی مسافت پر ہے اور کسی ایک شخص سے وہ تخت منگوایا جا رہا ہے جو کہ سات کمروں میں بند اور انتہائی وزنی ہے۔ جس کے اطراف میں سینکڑوں مسلح دستوں کا پہرہ ہے۔ جس کا لانا قطعی ممکن نہیں۔ عقل انسانی جسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ یقین ہے کہ میری اُمت میں ایسے بھی با اختیار اور صاحبِ تصرف غلام ہیں جو اس ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۔ فوراً ایک **جنّ** بول اُٹھا:۔

انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامك (سورۂ نمل:۳۹)

ترجمہ: حضور وہ تخت میں آپ کا اجلاس ختم ہونے سے پہلے ہی لاکر رکھ دوں گا۔

اللہ اکبر! ذرا قرآنی ارشاد پر غور فرمایئے اور ایک جن غلام کی قوّت اور تصرُّف کا اندازہ لگایئے کہ جو اجلاس کے ختم ہونے سے پہلے ہی تخت کو لانے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے دعویٰ کو مسترد کر دیا اس لئے نہیں کہ وہ جھوٹا تھا یا وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ تخت اجلاس ختم ہونے سے پہلے ہی حاضر ہو جائے۔

قربان جایئے! حضرت سلیمان علیہ السلام کے علمِ غیب پر کہ انہیں یہ علم تھا کہ میرے غلاموں میں ایسے بھی **ولیُّ اللہ** موجود ہیں جو جن سے بھی زیادہ بااختیار ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا ایک اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ جس کا نام آصف بن برخیا تھا، اُٹھ کر کہنے لگا:۔

انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (سورۂ نمل:۴۰)

ترجمہ: حضور میں وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے ہی لا دوں گا۔

اس سے پہلے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی پلکوں کو جھپکا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ولی کامل نے وہ وزنی تخت لا کر دربار میں رکھ دیا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے اُمّتی کا یہ تصرف و اختیار دیکھ کر بے اختیار فرمانے لگے:۔

ھٰذا من فضل ربّی

ترجمہ: اے میرے ربّ تیرا بڑا فضل ہے۔

محترم مسلمانو! ہر کوئی جانتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار اور سب سے افضل و اعلیٰ نبی ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت بھی پچھلی تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کو پچھلی تمام اُمتوں سے افضل قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

کنتم خیر امت اخرجت للناس (پ۴، رکوع:۳)

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں پر ظاہر ہوئیں۔

ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء دیگر نبیوں کے اولیاء سے افضل ہیں۔

مسلمانو! مقام غور ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک اُمتی آصف بن برخیا دو ماہ کی مسافت کی دُوری سے اس قدر وزنی تخت پلک جھپکنے سے پہلے ملک یمن سے بیت المقدس پہنچا سکتا ہے۔ تو آپ خود فیصلہ کیجئے اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے ولی کی کیا شان ہوگی اور وہ بھی اس ولی کی کہ جن کی گردن پر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہو اور جن کے بارے میں خود سرکار دو عالم، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہو:۔

اے شیخ عبدالقادر جیلانی تیری گردن پر میرا قدم ہے اور دُنیا بھر کے اولیاء کی گردن پر تیرا قدم ہے۔

بتایئے! ایسا ولی کس شان کا مالک ہوگا۔ ان کی شان وعظمت کس قدر اعلیٰ وارفع ہوگی۔ ان کی کرامات تصرفات اور اختیارات کا کیا عالم ہوگا۔ یقین جانئے! اللہ تعالیٰ کے اس مقدس ولی کی شان بیان کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اختیارات وتصرفات اور کرامات کے چند ایمان افروز واقعات سنئے اور اپنے دِلوں کو نورِ ایمان سے منوّر کیجئے۔ مگر پہلے بخاری شریف کی ایک حدیث سن لیجے۔

سرکار دو عالم، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں
پھر میں جب اپنے بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے میں ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اور اس کے میں پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور وہ اگر مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے
تو میں ضرور ضرور اس کو عطا کرتا ہوں۔

(ملاحظہ کیجئے حدیث قدسی بخاری شریف مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۱)

محترم مسلمانو! اگرچہ اللہ تعالیٰ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان سے پاک ہے مگر پھر اس حدیث قدسی کا مطلب کیا ہے؟ دراصل اس حدیث قدسی میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان میں اپنی قدرت اور طاقت کا ایسا جلوہ عطا کر دیتا ہے کہ ان کی قدرت وطاقت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت یاد آجائے اور جن کی طاقت واختیار کو دیکھ کر ہر کوئی یہ اندازہ لگا سکے کہ جب اللہ کے ان محبوب ولیوں کی عطائی طاقت کا یہ عالم ہے تو اس حقیقی مالک کی حقیقی طاقت اور اختیار کا کیا عالم ہوگا۔ اب آپ خود سوچئے کہ جن اولیاءِ کرام کے کان، آنکھ اور ہاتھ پاؤں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کی جلوہ گری ہو ان برگزیدہ بندوں کی قدرت وتصرف اور کرامات واختیار کا کیا عالم ہوگا۔

جن بندوں کے اعضائے بدن میں خدائی توانائی موجود ہو، بتائیے کیا وہ بندے کمزور و ناتواں اور عاجز و لاچار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ بندگان خدا ساری کائنات میں ساری مخلوق سے بڑھ کر طاقتور ہوتے ہیں اور جب یہ سب سے زیادہ طاقتور ہوئے تو یہ ماننا پڑے گا کہ طاقتور انسان کمزور انسان سے کبھی خوف نہیں کھاتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان طاقتور ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۂ یونس:۶۲)

ترجمہ : اللہ کے دوستوں کو کچھ خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کو کوئی غم ہوتا ہے۔

اوپر دی گئی آیتِ قرآنی نے ہمیں واضح طور پر بتا دیا کہ اولیاء کرام پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم بلکہ یہ مقدس گروہ تمام خدائی میں سب سے زیادہ طاقتور اور با اختیار ہوتے ہیں اور ان کے اعضائے بدن اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت کے مظہر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کس قدر فضل اور اِنعام و اِکرام ہے اس کا اندازہ حسبِ ذیل واقعات سے لگائیے:۔

ایک سوداگر جس کا نام ابو المظفر تھا۔ ایک بار حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے، حضور! میں تجارت کی غرض سے ملک شام جا رہا ہوں دعا فرمائیں کہ میرا یہ سفر نہایت کامیاب رہے۔ حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، تم سفر کا اِرادہ ترک کر دو، ورنہ زبردست نقصان اُٹھاؤ گے۔ ڈاکو تمہارا مال چھین کر قتل کر دیں گے۔ سوداگر یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور مایوس ہو کر گھر کی جانب روانہ ہوا۔

راستے میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مل گئے فرمایا اے ابو المظفر پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟ سوداگر نے سبب بتا دیا۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پریشان نہ ہو بلکہ تم شوق سے روانہ ہو جاؤ، اِن شاءَ اللہ تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا اور کامیابی سے لوٹ آؤ گے۔ چنانچہ سوداگر خوشی خوشی ملک شام روانہ ہو گیا۔ شام پہنچ کر اسے بہت نفع ہوا اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر ملک حلب پہنچا۔ حلب میں اس کی اشرفیوں کی تھیلی کہیں گم ہو گئی۔ بہت تلاش کیا۔ مگر نہ ملی اسی فکر میں سو گیا۔ رات کو بڑا خوفناک خواب دیکھا کہ ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور تمام مال چھین لیا ہے۔ گھبرا کر آنکھ کھلی تو اسے فوراً وہ گمشدہ تھیلی بھی یاد آ گئی۔ فوراً دوڑتا ہوا وہاں پہنچا تو دینار کی تھیلی پڑی ہوئی مل گئی۔ دینار لے کر وہ بغداد کی جانب روانہ ہوا۔

جب بغداد پہنچا تو راستے میں حضرت حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے اس کو ارشاد فرمایا، اے ابو المظفر جاؤ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری دو کیونکہ وہ محبوبِ سبحانی ہیں۔ تمہارے حق میں ستّر بار دعا مانگی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واقعے کو بیداری سے خواب میں تبدیل کر دیا اور مال کے لوٹے جانے کو بھول میں بدل دیا۔ یہ سن کر وہ سوداگر حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا جو کچھ حضرت حماد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے تجھ کو بتایا ہے وہ بالکل دُرست ہے۔ میں نے 70 بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے لئے دعا کی کہ وہ تیرے قتل کے واقعے کو بیداری سے خواب میں بدل دے اور تیرے مال کے ضائع ہونے کو تھوڑی دیر کیلئے بھول میں بدل دے۔ (ملاحظہ کیجئے قلائد الجواہر، صفحہ نمبر ۶۵ مطبوعہ مصر علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لئے بارگاہِ غوثیت میں کیا خوب کہا ہے:۔

قبلۂ اہل صفا حضرت غوث الثقلین	دستگیر ہمہ جا حضرتِ غوث الثقلین
یک نظر از تو بود در دو جہاں بس مارا	نظر جانب ما حضرتِ غوث الثقلین

۵۳۷ ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک شخص ابو سعید بن احمد **حضور غوث اعظم** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا، حضور! گزشتہ رات میری جوان کنواری لڑکی مکان کی چھت پر گئی تو وہاں سے غائب ہوگئی اس وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ **لِللہ کرم فرمائیے**! آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بغداد کے محلّہ کرخ کی ویران جگہ میں جا کر بیٹھ جاؤ اور اپنے اردگرد زمین پر دائرہ کھینچ لینا اور دائرہ کھینچتے وقت یہ کلمات ادا کر لینا:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم علی نیتہ عبدالقادر

جب آدھی رات گزر چکی ہوگی تو تمہارے سامنے سے مختلف شکلوں کے جِنّات گزریں گے۔ تم ان سے بالکل نہ ڈرنا۔ پھر صبح کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ تمہارے پاس سے جنات کا بادشاہ گزرے گا وہ تم سے تمہاری ضرورت دریافت کرے گا تم اس سے صرف یہ کہہ دینا کہ مجھے عبدالقادر نے بھیجا ہے اور کوئی شریر جن میری لڑکی اُٹھا کر لے گیا ہے، اُسے فوراً جن سے دِلایا جائے۔

حضور سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مرید بیان کرتا ہے کہ میں اس ویرانے میں پہنچ گیا اور دائرہ بنا کر بیٹھ گیا۔ آدھی رات کے وقت انتہائی خوف ناک شکلوں والے جنات وہاں سے گزرنے لگے مگر میرے دائرے کے نزدیک کسی کو آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخرکار بادشاہ کا گزر ہوا جو کہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میرے دائرے کے پاس آ کر رُک گیا اور مجھ سے پوچھنے لگا، تمہیں کیا معاملہ درپیش ہے؟ میں نے کہا مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بھیجا ہے۔ حضور غوثِ پاک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا نام

سن کر بادشاہ ادباً گھوڑے سے نیچے اُتر گیا اور دائرہ کے قریب بیٹھ گیا اور دریافت کیا کہ حضور عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے آپکو کیوں بھیجا؟ تو میں نے کہا کہ میری لڑکی کو کوئی شریر جن اُٹھا کر لے گیا ہے لہٰذا شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا یہ حکم ہے کہ میری لڑکی جن سے دلائی جائے۔ بادشاہ جن نے تمام لشکر سے پوچھا سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آخر میں ایک سرکش جن حاضر ہوا جس کے پاس وہ لڑکی تھی۔ جنات کا بادشاہ کہنے لگا کہ یہ جن چین کے جنات میں سے ہے۔ بادشاہ نے اس جن سے پوچھا تو نے لڑکی کیوں اُٹھائی؟ جن بولا، اے بادشاہ! لڑکی مجھے اچھی لگی تو اُٹھالیا۔ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ اس جن کا سر قلم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس جن کا سر قلم کر دیا گیا اور لڑکی میرے حوالے کر دی گئی۔ (ملاحظہ کیجئے بہجۃ الاسرار صفحہ ۷۲، ۷۳۔ قلائد الجواہر ۳۱، ۳۲)

حضرت عبدالمجیب بن حرب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں، ایک مرتبہ ہم پچاس مشائخ کرام شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں موجود تھے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

قدمي هذه على رقبته كل ولي الله

یعنی میرا یہ قدم دنیا کے تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

یہ ارشاد سن کر ایک مشائخ نے جن کا نام علی بن الہیتی تھا منبر کے قریب جا کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اس کے بعد تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا۔ جس وقت آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ عدی بن مسافر فرماتے ہیں، اس وقت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خراسان کی پہاڑیوں میں مجاہدات اور ریاضات میں مشغول تھے اور آپ نے سینکڑوں میل دوری پر یہ اعلان سنا اور اعلان سنتے ہی اپنا سر مبارک جھکا لیا اور زبان سے پکار کر عرض کیا آقا! گردن پر ہی کیا بلکہ میرے سر پر بھی آپ کا قدم مبارک۔ (تفریح الخاطر)

حضرت شیخ خلیفۃ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے قدمي هذه على رقبته كل ولي الله کا اعلان فرمایا ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

صدق الشيخ عبد القادر فكيف لا و هو القطب و انا ارعاه

شیخ عبدالقادر جیلانی نے دُرست کہا اور وہ یہ کیوں نہ کہتے جب کہ وہ قطب زمانہ اور میری نگرانی میں ہیں۔

جب آپ نے یہ فرمایا کہ میرا قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردن پر ہے تو آپ کے جلال کے سامنے تمام اولیاء اللہ خواہ وہاں موجود تھے یا نہیں سب کی گردنیں بلا انکار جھک گئیں۔ شیخ صنعانی ایک صاحبِ نظر بزرگ تھے جو بغداد سے سینکڑوں میل دُور رہا کرتے تھے۔ ان کا شمار بھی اولیاءِ کرام میں ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ ان کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔

ان پر شقاوت اور بدبختی غالب آگئی۔ تکبر میں آکر کہنے لگا اے عبدالقادر تمہارا قدم میری گردن پر نہیں ہے۔ حضرت غوث اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے سینکڑوں میل کی دوری سے اس کی دِلی کیفیت کا اندازہ لگالیا اور جلال میں آکر فرمایا۔

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ شیخ صنعانی چار سو مریدوں کو لیکر حج کرنے نکلا، راستے میں کسی عیسائی لڑکی پر فریفتہ ہوگیا اور نکاح کا پیغام بھیجا۔ عیسائیوں نے کہا، اے صنعانی! ہماری قوم کا یہ رواج ہے کہ جو ہماری قوم میں شادی کرتا ہے وہ اپنے سسرال کے خنزیر چرایا کرتا ہے اگر تمہیں یہ منظور ہے تو پہلے خنزیر چرانا ہوں گے۔ شیخ صنعانی پر عشق کا غلبہ اس قدر رہا کہ وہ خنزیر چرانے لگا۔ خنزیر کا ایک بچہ جو انتہائی کمزور اور لاغر تھا چل نہیں سکتا تھا۔ شیخ صنعانی نے اس کو اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ مریدوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ناراض ہوگئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ دو وفادار مرید رہ گئے۔ شیخ صنعانی کو عیسائیوں نے نکاح کیلئے گرجا گھر میں بلایا۔ دونوں وفادار مریدوں نے اپنے پیر صاحب کی بدبختی کو دیکھ کر غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدد کیلئے پکارا۔ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان مریدوں کی پکار پر لبیک فرمایا اور شیخ صنعانی کے قلب وجگر پر ایسا تصرف فرمایا کہ اچانک ان کے دل کی کیفیت بدل گئی اور توبہ استغفار کر کے کلمہ پڑھتے ہوئے وہاں سے رُخصت ہوگئے اور بغداد آگئے۔ مریدوں سے کہنے لگے کہ میں بارگاہِ غوثیت کا مجرم ہوں تم لوگ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور چہرہ کالا کر کے بارگاہِ غوث اعظم میں لے چلو تاکہ انہیں رحم آجائے اور مجھے معاف کردیں۔

چنانچہ مریدوں نے حکم کی تعمیل کی جیسے ہی دربار عالیہ میں پہنچے، حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ پر کرم فرمایا اور سینے سے لگایا اور ان کی سلب شدہ وِلایت دوبارہ بحال کردی۔ (ملاحظہ کیجئے تفریح الخاطر فی مناقب عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

محترم مسلمانو! حقیقت یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زِندگی سراپا اختیارات وتصرفات اور کرامات کا منبع ہے۔ یہ کتنا بڑا تصرف ہے کہ آپ نے سینکڑوں میل کی دوری پر شیخ صنعانی کے نہ صرف انکار کو سن لیا بلکہ انہیں عتاب میں مبتلا کر کے عتاب وعذاب سے نکال بھی دیا۔ آپ کی قدرت اور تصرف کی چمکتی ہوئی تجلی کا ایک منظر اور دیکھئے:۔

ایک مرتبہ رمضان شریف کے مہینے میں ایک مرید آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور آج روزہ میرے غریب خانہ پر اِفطار فرمائیں۔ آپ نے دعوت قبول کرلی۔ کچھ دیر کے بعد ایک مرید اور آیا، اس نے بھی اسی طرح آکر عرض کی۔ حضور آج روزہ میرے گھر افطار فرمائیں۔ آپ نے اس کی دعوت بھی قبول کرلی۔ اسی طرح یکے بعد ستر مرید آپ کو افطار کی دعوت دینے آئے اور آپ نے ہر ایک کی دعوت قبول کرلی۔ ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں ستّر مریدوں کی دعوت قبول کرلینا یقیناً عقلِ انسانی سے بالاتر ہے۔ مگر تاریخی صفحات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ جب افطار کا وقت آیا تو آپ ہر ایک مرید کے گھر موجود تھے۔ دوسرے دن جب یہ مرید آپ کے مدرسہ میں جمع ہوئے تو ہر ایک نے ازراہِ فخر بیان کیا کہ کل شام حضور غوثِ اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے میرے غریب خانہ پر روزہ اِفطار فرمایا۔ دوسرے نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، حضور نے تو میرے گھر روزہ افطار فرمایا۔ تیسرا مرید بولا، تم بھی جھوٹ بولتے ہو، حضور تو میرے گھر تشریف لائے تھے۔ غرض یہ کہ سب ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے اور ایک شور سا بپا ہونے لگا۔

مدرسہ کے خادم نے جب ان کا جھگڑا سنا تو سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کل افطار کے وقت حضور غوث اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مدرسہ سے باہر کہیں نہیں گئے۔ آپ نے روزہ مدرسہ ہی میں افطار فرمایا تھا۔ اب تو سب حیران ہوگئے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ سب مریدین حضور غوثِ پاک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے تم سب اپنی جگہ سچے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو اتنی قوّت عطا کی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بہت سے مقامات پر موجود ہوسکتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب تذکرۂ سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۱۷۲)

شیخ حضرت ابو عمر عثمان اور حضرت شیخ عبدالخالق حریمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بیان کرتے ہیں کہ ۳ صفر ۵۵۵ ہجری کو ہم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے وُضو فرمایا۔ دو رکعت نماز ادا کی پھر ایک زوردار نعرہ مارا ایک کھڑاؤں (لکڑی کی جوتی) پاؤں سے اُتاری اور ہوا میں اُچھال دی، پھر ایک اور نعرہ مارا، دوسری کھڑاؤں بھی اسی طرح ہوا میں اچھال دی اور دونوں کھڑاؤں نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ ۲۳ دِن کے بعد بغداد میں ایک قافلہ آیا اور حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اہلِ قافلہ اپنے ہمراہ بے شمار تحفے تحائف اور مال و زر لائے اور ان کے ساتھ دونوں کھڑاویں بھی حاضر کردیں۔ ان قافلے والوں نے ہمیں بتایا کہ ہم لوگ جنگل میں تھے کہ اچانک ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کردیا اور ہمارا مال لوٹنا شروع کردیا۔ ہم مقابلے کی تاب نہ لاسکے تو ہم نے بلند آواز سے پکارا **اَغِثنِی یا شیخ عبدالقادر** یکا یک ہم نے دو خوفناک نعرے سنے جن سے سارا جنگل لرز اُٹھا، تھوڑی دیر بعد کچھ ڈاکو ہمارے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے خدا کیلئے ہمیں معاف کردو اور چل کر اپنا مال لے لو۔ ہم ان کے ساتھ گئے اور دیکھ کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ کھڑاویں ان کے سینے پر رکھی ہیں۔ ہم نے اپنا مال و اسباب لے لیا اور آج یہاں پہنچے ہیں۔ حضرت عبدالخالق حریمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب واقعہ کا وقت ملایا گیا تو وہی وقت تھا جب آپ نے کھڑاویں ہوا میں پھینکی تھیں۔ (ملاحظہ کیجئے بہجۃ الاسرار)

محترم اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کے اس ولی کامل کی ایسی بے شمار کرامتیں ہیں کہ انہوں نے سینکڑوں میل کی دوری سے حالات کو ملاحظہ فرمالیا۔ ہزاروں میل سے پکارنے والوں کی فریاد سن لی اور فوراً مدد فرمائی۔ آپ نے دیکھا کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سینکڑوں میل کی دوری سے اپنی کھڑاؤں سے ڈاکوؤں کو مار کر ہلاک کردیا۔ آخر یہ اختیار و تصرف انہیں کیونکر حاصل ہوا؟ یقیناً یہ اسی آنکھ کان اور ہاتھ کے کارنامے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت کی جلوہ گری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ولیوں کے اعضائے بدن کی طاقت وقوت، سماعت وبصارت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کی قدرت وطاقت کرامات وتصرفات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت یاد آجاتی ہے۔ قدرتِ الٰہی کی جلوہ گری کا ایک منظر اور ملاحظہ کیجئے۔

ایک مرتبہ آپ اپنی مجلس میں وعظ فرمارہے تھے۔ اس وقت سخت تیز ہوا چل رہی تھی۔ اتنے میں ایک چیل شور مچاتی ہوئی مجلس پر سے گزری جس سے اہل مجلس کے خیالات منتشر ہونے لگے۔ آپ جلال میں آگئے اور چیل کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ہوا اس چیل کا سر اُڑادے۔ ابھی یہ الفاظ ادا ہی کئے تھے کہ چیل کا سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف جاگرا۔ جب آپ منبر سے نیچے اُترے تو آپ کو رحم آگیا اور مردہ چیل کے ٹکڑوں پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔ اسی وقت وہ چیل زندہ ہو کر اُڑ گئی۔

محترم مسلمانو! اللہ کے ولیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ ان کی زبان کا نکلا ہوا لفظ اللہ ہی کا فرمان ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز ان اللہ والوں کی محکوم اور فرمانبردار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کے اعضاء میں اپنی قدرت کا ایسا جلوہ دکھاتا ہے کہ ان ولیوں کی قدرت وطاقت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حقیقی طاقت وقدرت کا پتا چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس گروہ کا تصرف ساری کائنات پر ہوتا ہے۔

محترم بھائیو! ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی بندے ہیں کیا ہمارے اور آپ کے ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور دیگر اعضائے بدن میں ایسی طاقت وقدرت ہے ہرگز نہیں یہ کام تو صرف وہی اعضائے بدن انجام دے سکتے ہیں کہ جن کے بارے میں حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه یعنی اللہ تعالیٰ ان بندوں کے کان ہوجاتا ہے جن سے یہ لوگ سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان بندوں کی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے یہ لوگ دیکھتے ہیں۔ معلوم ہوا ایسے کان اور ایسی آنکھیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب ولیوں کے پاس ہیں۔ بے شک آپ کی کرامات برحق ہیں۔ آپ کی کرامات وتصرفات کا انکار نہ صرف اعلیٰ درجے کی شقاوت ہے بلکہ قدرتِ الٰہی کے اختیار وتصرفات کا بھی انکار ہے۔

آخر میں حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت اور سن لیجئے جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت اور محبوبیت کا کیا مقام ہے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے۔

بغداد میں عبدالصمد بن ہما نامی ایک شخص رہا کرتا تھا جو حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات و تصرفات کا سخت منکر تھا۔ ان کا خود کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن میرا گزر آپ کے مدرسہ کے قریب سے ہوا۔ اس وقت مجھے رفع حاجت کی سخت شکایت ہو رہی تھی۔ لیکن نماز کا وقت بہت قریب ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا پہلے نماز ادا کرلوں پھر رفع حاجت کیلئے چلا جاؤنگا۔ چنانچہ مدرسہ میں چلا گیا اور منبر کے قریب بیٹھ گیا۔ جوں جوں نماز کا وقت قریب آتا گیا لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ مدرسہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ ادھر مجھے شدت سے حاجت کا غلبہ ہوا کہ برداشت کی طاقت نہ رہی لیکن لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ پاتا تھا۔ اس وقت حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منبر شریف پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ اس سے پہلے کہ میرے کپڑے ناپاک ہوتے آپ اپنے منبر سے اُتر کر میرے قریب آئے اور اپنی آستین مبارک سے میرے سر پر سایہ کرلیا۔ اسی وقت میں نے اپنے آپ کو ایک جنگل میں پایا جہاں دور دور تک کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا۔ قریب ہی پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ میں وہاں رفع حاجت سے فارغ ہوا۔ پھر وضو کیا۔ اس وقت حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی آستین میرے سر سے ہٹالی پھر میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ میں آپ کے منبر کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ جب میں جمعہ سے فارغ ہوا تو میرا رومال غائب تھا۔ جس میں گھر کی چابیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا۔ مایوس ہو کر گھر لوٹ آیا اور لوہار سے اپنے گھر کے تالے کھلوائے۔

اسی دن میں اپنے کسی کام کیلئے ایک قافلے کے ہمراہ بلادِ عجم کو روانہ ہو گیا۔ چودہ دن کے بعد ہمارا یہ قافلہ ایک مقام پر ٹھہرا، یہ وہی ویران جگہ تھی کہ جہاں میں نے جمعہ کو رفع حاجت سے فراغت پائی تھی۔ وہی میدان وہی چشمہ آنکھوں کے سامنے موجود تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے میرا وہ رومال درخت پر لٹکا نظر آیا جس میں گھر کی چابیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جسے میں رفع حاجت کے وقت لٹکا کر بھول گیا تھا۔ اسی وقت میرے دل کی بند کھڑکی کھل گئی اور میں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا معتقد ہو گیا۔ سفر سے واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور بیعت کر کے سلسلہ قادریہ میں داخل ہوا۔

محترم مسلمان بھائیو! شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے چند ایمان افروز واقعات آپ کی خدمت میں پیش کیے جس سے آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس شان کے مالک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کرامات و تصرفات کا ذِکر جس قدر تواتر سے ملتا ہے اور کسی ولی کا نہیں ملتا، تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس قدر کرامات آپ سے ثابت ہیں کسی اور ولی سے نہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت مردہ دِلوں کو زندہ کرنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان کو وہ کمال و مرتبہ بخشا تھا کہ زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسان حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجود اسلام کیلئے بادِ بہاری تھا۔ جس نے اُجڑے دلوں کے قبرستان میں ایک نئی جان ڈال دی۔

سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظ و تقریر کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کے بیان سے لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ بعض لوگ جوش میں آکر کپڑے پھاڑ لیتے، بعض بے ہوش ہوجاتے اور کچھ پر ایسی غشی کی حالت طاری ہوتی کہ انتقال کر جاتے۔ اکثر غیر مسلم بھی آپ کی مجلس میں آجاتے اور آپ کا وعظ سن کر مشرف بہ اسلام ہوجاتے۔ آپ کے وعظ کو سننے کیلئے ستر ستر ہزار افراد کا مجمع ہوتا اس کے باوجود دور اور نزدیک بیٹھنے والے تمام لوگ یکساں سنتے۔ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی کہ جس میں بدکار لوگ آپ کے ہاتھ پر تائب نہ ہوں یا غیر مسلم دین حق کی آغوش میں نہ آتے ہوں۔

ایک مرتبہ آپ کی مجلس وعظ میں عرب کے تیرہ عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک مرتبہ ایک عیسائی راہب حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کا نام سنان تھا، جو سابقہ صحیفوں کا زبردست عالم تھا۔ اس نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے کے بعد بھرے مجمع میں کہا:۔

اے لوگو! میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ مدت سے دُنیا سے قطع تعلق کر کے راہبانہ زِندگی گزار رہا تھا کہ مجھ پر دین اسلام کی حقانیت روشن ہوگئی۔ مگر اس دین کے ماننے والوں کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اسلام قبول نہیں کیا۔ میں نے عہد کیا کہ اہل اسلام میں جو شخص اس وقت سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوگا اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، اے سنان! بغداد جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلے۔ اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی شخص متقی اور صالح نہیں، اس وقت وہ تمام اہل زمین سے افضل ہیں۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق میں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آیا اور الحمدللہ جیسا آپ کو سنا ویسا ہی پایا۔

میرے محترم مسلمانو! آپ نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ولی کی شان قرآن میں بیان فرمائی اور آصف بن برخیا کو وہ کمال اختیارات دیئے جو ایک ولی کی شایانِ شان ہے۔ آپ نے یہ بھی سنا کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدین حضرت ابو موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور والدہ فاطمہ بنت صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اپنے وقت کے انتہائی عبادت گزار تھے۔ آپ نے یہ بھی سنا کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوانی کی عمر ہی میں بے شمار ڈاکوؤں کو تائب اسلام کر دیا۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادر زاد ولی تھے اور پیدا ہوتے ہی روزہ رکھنے لگ گئے تھے۔ آپ یہ بھی سن چکے ہیں کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوداگر کی تقدیر بدل دی اس کے قتل کو خواب میں بدل دیا۔ آپ نے یہ بھی سنا کہ آپ کا حکم جنات پر چلتا تھا اور ایک مرید کی بیٹی کو سرکش جن سے آزاد کرایا۔ آپ نے یہ بھی پڑھا کہ کہیں تو آپ نے اپنی کھڑاؤں سے سینکڑوں میل کی دُوری پر اپنے عقیدت مندوں کی مدد فرمائی اور کہیں زِندہ چیل کو مردہ اور مردہ چیل کو زندہ کر دیا۔

ذرا بتایئے! جب کوئی اتنی خوبیوں کراماتوں کا مالک ہو تو ان کے چاہنے والوں کا شمار ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں سال بیت جانے کے بعد بھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کراماتوں ان کے تصرفات کے ماننے والوں کی تعداد پوری دُنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آج بھی پورا عالم اسلام حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدت رکھتا ہے۔ ان کی زندگی کے واقعات سن کر اپنے دِلوں کو مسرور کرتا ہے۔ بارگاہِ غوثیت میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتا ہے۔ اللہ کے اس محبوب بندے کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کیلئے گیارہویں شریف کی نیاز دلاتا ہے۔

مسلمانو! یہاں میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصالِ ثواب کی غرض سے جو مسلمان گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے ہیں یہ عمل کوئی فرض یا واجب نہیں بلکہ ایک مستحب اور جائز عمل ہے۔ جسے صدیوں سے مسلمان کرتے آئے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایصالِ ثواب کے طریقے مختلف ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، قرآن مجید کی تلاوت، حج بدل، عمرہ، تسبیح وتہلیل، دعا و اِستغفار وغیرہ کر کے بدنی عبادات کا ثواب ایصال کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مالی عبادات مثلاً زکوٰۃ، خیرات، صَدَقات وغیرہ ادا کر کے مالی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ ایصالِ ثواب کا اِنکار بدمذہب معتزلہ کا مذہب ہے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ایصالِ ثواب سے فوت شدہ لوگوں کو نفع نہیں پہنچتا۔ معتزلہ کا مذہب رکھنے والے اب دُنیا سے تقریباً ختم ہو چکے ہیں اور یہ فرقہ دم توڑ چکا ہے مگر ان کا دیا ہوا تصوّر اور اثر آج بھی لوگوں میں موجود ہے جو ایصالِ ثواب، نیاز و فاتحہ کا اِنکار کر کے ایک نہایت نفع بخش مستحب عمل سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضور سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گیارھویں ہو یا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہو، بارھویں شریف کا لنگر ہو یا کسی بزرگ کی فاتحہ کا کھانا، کسی مرحوم مسلمان کے دسویں بیسویں کی فاتحہ ہو یا چالیسواں یہ سب جائز اور مستحب عمل ہیں جو ایصالِ ثواب کی غرض سے کئے جاتے ہیں اور یہ ثواب بزرگانِ دین کو پہنچتا ہے۔

محترم مسلمانو! گیارھویں شریف کی حقیقت یہ ہے کہ سُنّی مسلمان کھانا اور شیرنی وغیرہ تیار کر کے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر ان تمام اعمالِ حسنہ کا ثواب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہدیہ کرتے ہیں اور وہ کھانا عزیز و اقرباء اور غرباء کو کھلا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ فی سبیل اللہ کسی مسلمان کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، شربت پلانا، دودھ پلانا، یا صدقہ خیرات کرنا عین عبادت ہے۔

گیارھویں شریف کا ختم دراصل حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نیاز ہے جو ایصال ثواب کی غرض سے کی جاتی ہے جسے مسلمان صدیوں سے کرتے آئے ہیں اور نیاز مندانِ غوث پاک تا قیامت اپنی نیاز مندی پیش کرتے رہیں گے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ گیارھویں شریف کی اصل یہ تھی کہ حضور غوث صمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماہِ ربیع الاوّل کی گیارہ تاریخ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ کی تھی۔ یہ نیاز اس قدر مقبول و مطبوع ہوئی کہ حضرت غوث صمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ کیلئے مقرر فرمایا۔

حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین بھی آپ کی پیروی میں گیارھویں کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گیارھویں مشہور ہوگئی۔ موجودہ وقت میں لوگ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ گیارھویں تاریخ کو کرتے ہیں حالانکہ آپ کے وصال کی تاریخ سترہ ربیع الثانی تھی۔ (ملاحظہ کیجئے قرۃ المناظرہ و خلاصۃ المتفاخرہ صفحہ ۱ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

اگر اللہ کی رضا کیلئے اولیاءِ کرام کی نذر و نیاز کی جائے اور ولی کا ذکر برائے ایصالِ ثواب ہو تو جائز ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ کھانا کھلانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب ایصال کرنا سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ عزیزی، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۲)

اگر کھانا وغیرہ کے تقسیم کی طاقت نہ ہو تو کلمہ شریف، دُرود شریف اور تلاوتِ قرآن کر کے بزرگانِ دین یا مرحوم عزیز داروں کو ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔ ایصالِ ثواب محض نمائش و نمود یا دِکھاوے کیلئے ہرگز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اچھی نیت اور ثواب پہنچانے کی نیت سے کرنا چاہئے۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے البتہ فاتحہ کو فرض و واجب نہیں سمجھنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک مُردوں کیلئے زندوں کا تحفہ ان کیلئے مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! اگر ہم اپنے وفات شدہ افراد کو ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ دیں یا حج کریں تو ان کو پہنچے گا؟ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں ثواب پہنچے گا اور تمہارے صدقہ سے میّت ایسے خوش ہوگی جیسے تم کو کوئی ایک طشت کھانا وغیرہ ہدیہ میں دے۔ (کتاب القاضی الامام ابوالحین)

حضرت سعد نے عرض کی، میں اپنی والدہ کے ایصالِ ثواب کیلئے غلام آزاد کروں؟ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ ایک صاحب نے عرض کی حضور (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے تو میں صدقہ کروں تو ان کو نفع ہوگا؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں۔

مذکورہ بالا ارشادات سے واضح ہوا کہ مردوں کو نیکیوں کا ثواب ایصال کرنے سے مرحومین خوش ہوتے ہیں اور ایصالِ ثواب کا فیض پاتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، جو قرآنِ پاک پڑھے اور اس کو ختم کرکے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور بخشش مانگتے رہتے ہیں شام سے صبح تک۔ (دیکھئے تفسیر روح البیان ص ۲۶ مطبوعہ بیروت)

حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مذکورہ بالا قول سے ختم شریف کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کسی بھی بزرگ یا مرحوم عزیز واقرباء کے ایصالِ ثواب کیلئے جو نیاز و فاتحہ لگائی جاتی ہے اس میں ختم شریف ہی کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کا جملہ ثواب کسی بھی اللہ کے ولی یا مرحوم رشتے داروں کو بخشا جاتا ہے۔ جو لوگ گیارہویں شریف کی نیاز لگاتے ہیں اس کا مقصد بھی حصولِ ثواب ہے اس نیاز میں جو کھانا پکایا جاتا ہے اس پر ختم شریف ہوتا ہے یعنی قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور اس کا جملہ ثواب حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو ایصال کردیا جاتا ہے۔ کسی بھی مومن مسلمان کو ایصال کیا جانے والا ثواب ضائع نہیں ہوتا بلکہ اسے پہنچتا ہے۔

جو کھانا حضرت حسنین رضی اللہ تعالی عنہم کیلئے پکایا جاتا ہے اور اس پر قل و فاتحہ اور دُرود پڑھا جائے وہ بَرَکت والا ہوجاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی)

وہابی، اہلحدیث مکتبہ فکر کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں، ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گزرے ہوئے کی روح کو پہنچائے اور اس کیلئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور سوم میں فاتحہ پڑھنے، عرس کرنے، مُردوں کی نذر و نیاز کرنے کی خوبی میں شک وشبہ نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے صراطِ مستقیم)

بدقسمتی سے آج ہمارے اس معاشرے میں کچھ لوگ اتنے انتہا پسند ہو چکے ہیں کہ فاتحہ کے کھانے کے بارے میں یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جو اس کھانے کو کھائے گا اسے قیامت کے دِن خون اور پیپ پلایا جائے گا کیونکہ یہ کھانا حرام اور ناجائز ہے۔

مسلمانو! یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ بعض لوگ ایصالِ ثواب کے کھانے کو حرام کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا ہے کہ سنّی جو نیاز کا کھانا پکاتے ہیں وہ اللہ کے نام کا نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ یعنی بزرگوں کے نام کا پکاتے ہیں اور گائے، بکرے وغیرہ بزرگوں کے نام سے پالتے اور خریدتے ہیں لہٰذا جو چیز غیر اللہ کیلئے ہو وہ حرام ہے۔

مسلمانو! بعض لوگوں کا سنّی مسلمانوں پر یہ اعتراض سراسر بہتان ہے۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کو چھوڑ کر غیر خدا کی رضا حاصل کرے۔ گیارہویں شریف کا کھانا ہو یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کونڈے ہوں یا کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ سنّی مسلمان یہ سب کچھ اللہ کی رضا ہی کیلئے کرتے ہیں۔ جس بزرگ کے نام سے جانور خریدا جاتا ہے اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ بکرا فلاں بزرگ کے ایصالِ ثواب کیلئے ذبح کیا جائے گا اور نہ ہی دُنیا میں کوئی ایسا مسلمان ہے جو بزرگوں سے منسوب کردہ جانوروں کو ذبح کرتا ہو۔ سب اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں۔

پس اے مسلمانو! ثابت ہوا فاتحہ اور نیاز جائز اور مستحب عمل ہے اور نیاز فاتحہ کرنے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

جو اللہ والوں سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو محبوب بنالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل امین علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ فلاں بندہ جو روئے زمین پر ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا ربّ العالمین! جو تیرا محبوب ہو وہ میرا محبوب کیوں نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تم سارے آسمان والوں میں یہ اعلان کردو کہ فلاں بندہ جو دنیا میں ہے وہ اللہ کا محبوب ہے اے آسمان والو تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ ساتوں آسمانوں میں یہ اعلان کردیا جاتا ہے۔ پھر روئے زمین پر بھی اسے محبوب بنادیا جاتا ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوا کہ جو اللہ کے محبوب بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ایسی محبت لوگوں کے دِلوں میں ڈال دیتا ہے کہ لوگ خود بخود ان کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ اب کوئی لاکھ کوشش کرے کہ ان کی محبت لوگوں کے دِلوں سے نکال دی جائے وہ اسے ہرگز نہیں نکال سکتے۔ ان کی یہ نفرت اولیاءِ کرام سے نہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ سے نفرت ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، من عادلی ولیا فاذنته بالحرب جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو اس کیلئے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے وہ آئے اور مجھ سے لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔

معلوم ہوا جو اولیاءِ کرام کا دشمن اور ان کی کرامتوں کا منکر ہے دراصل وہی شخص دشمنِ خدا ہے۔ حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ کے محبوب بندے اور تمام ولیوں کے سردار ہیں۔ آپ کا مقام تمام اولیاء میں بلند تر ہے۔ آپ کی ذاتِ گرامی اُمتِ رسول کیلئے وہ عظیم سرمایہ ہے کہ جنہوں نے پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام کو ایک ہولناک انتشار سے بچایا۔ مسلمانوں کی اجتماعی قوت جو باہمی اختلافات کی وجہ سے انتشار و افتراق کی نذر ہو چکی تھی اور جس سے غیر مسلم قومیں بھرپور فائدہ اُٹھا رہی تھیں جو اپنے باطل دین کو دینِ حق سے افضل ثابت کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں گویا ہر طرف عفریت کے منحوس سائے ملتِ اسلامیہ پر چھا رہے تھے کہ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تن تنہا حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور مُردہ دلوں کو حیاتِ جاوداں بخشی۔ آپ کا ظہور صبح سعادت کا ظہور تھا کہ جس سے کرۂ ارض کا ذرّہ ذرّہ روشن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کو حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت عطا فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے نماز روزے کی پابندی کرنے اور احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یا ربّ العالمین بطفیل رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد نجم مصطفائی

۲۴ اپریل ۱۹۹۶ء